© rasailojaraid.com

دارالافتاء

عزیز زبیدی۔ واربرٹن

استفتا

غضِ بصر اور پردہ، دوسری رکعت وتر میں تشہد، امام مقیم اور مقتدی مسافر

قاضی عبدالقدیر صاحب گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ:۔

۱۔ جب غضِ بصر کا حکم ہے تو پھر پردہ کی کیا ضرورت ہے؟

۲۔ وتروں کی دوسری رکعت میں تشہد ہونا چاہیے یا نہیں؟

۳۔ مقیم امام کے پیچھے تشہد کے وقت مقتدی مسافر آ کر شامل ہو تو وہ قصر کرے یا پوری پڑھے؟

الجواب

غضِ بصر اور پردہ۔ غضِ بصر (آنکھیں نیچی رکھنے) کا حکم دونوں کو ہے مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (سورۃ نور ع ۴)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ (پ ۱۸۔ نور ع ۴)

حجاب اور پردہ کا مزید حکم صرف عورتوں کو ہے، کیونکہ عورت پری خانہ ہے شمع محفل نہیں ہے اسے کبھی کبھار ہی باہر نکلنا ہوتا ہے، اس لیے اس کے لیے اس کی پابندی نسبتۃً آسان ہے۔

یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ (پ ۲۲۔ احزاب ع ۸)

غضِ بصر۔ غضِ بصر کا ایک مفہوم تو وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے، دوسرا یہ ہے کہ: اپنی بیوی کے علاوہ، اور کسی بھی عورت کو گہری نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ نظریں گاڑ کر دیکھنے سے، نگاہ کی معصومیت، طہارت اور فطری حجاب کا بے ساختہ پن مضمحل ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے اس منزل کی راہیں کشادہ ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور آنکھوں سے دور رہ جو دنیا ہوتی ہے، اس کے تجسس کے لیے ایک ساز گار داعیہ فراہم ہو جاتا ہے۔

بہر حال اس کے لیے مزید پردہ باغ نسوانیت کی فطری پنکھڑیوں کے لیے ایک سادہ سی باڑھ بٹھا دیتا ہے، اگر کوئی اس کی تقدیس کو ملحوظ رکھنے میں کامیاب ہو جائے تو ضرور رنگ لاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے علاوہ مجموعی لحاظ سے عورت کا سراپا دعوت مطالعہ دیتا ہے اور بہت بڑے فتنوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے، مرد کی یہ کیفیت نہیں ہے، اس لیے پردہ صرف عورت کے لیے چاہیے۔

غض بصر کی پابندی مومن ہی کر سکتا ہے، غیر مسلم کا کون ذمہ دار ہے، اس لیے ہمارے لیے جتنی احتیاط ممکن ہے کر گزرنا چاہیے۔

بہ نسبت عورت کے مرد زیادہ شکاری ہے، اس لیے سد باب کے طور پر عورت سے حجاب کی مزید سفارش کی گئی ہے۔ کیونکہ عورت بہر حال اوٹ ڈھونڈتی ہے یہ اس کا فطری داعیہ ہے۔ مومن بھی ہو تو عموماً غض بصر کے فریضہ کی پرواہ نہیں کرتے لیکن اپنی طبعی اور فطری شرم و حیا کی وجہ سے اور کچھ مردوں کی غیرت کی بنا پر عورت کے لیے حجاب کرنا اس کا طبعی داعیہ بن گیا ہے۔ الا یہ کہ اس کی نسوانیت مسخ ہو گئی ہو۔

یہ تو وہ باتیں ہیں جو ہم صرف ان لوگوں کے لیے کرتے ہیں جو خدا اور رسول کی باتوں پر مطمئن نہیں ہوتے لیکن ہمارے لیے اس کی سب سے بڑی حکمت اور فلسفہ صرف خدا کا فرمان اور رسول کا ارشاد ہے۔ پردہ اور غض بصر کے جو دواعی ہم نے بیان کیے ہیں، ان میں سے اگر ایک بھی باقی نہ رہے تب بھی ہم یہی کہیں گے کہ غض بصر اور پردہ ہونا چاہیے، کیونکہ یہی ہمارے مالک اور آقا کی مرضی ہے۔

ع اللہ بس، باقی ہوس

باقی رہی پردہ کی نوعیت؟ سو وہ اپنے حالات کے مطابق تجویز اور تشخیص کی جا سکتی ہے، برقع جنھوں نے جن حالات میں تجویز کیا تھا، وہ بجا تھا اور وہ اب بھی کفایت کرتا ہے، اب تک اس کی متبادل دوسری کوئی صورت سامنے نہیں آئی۔ ہاں ان برقعوں نے ترقی یافتہ مزید جو شکل پیش کی ہے ہمارے نزدیک انھوں نے عورتوں کو چھپایا کم ہے، نمایاں زیادہ کر دیا ہے، اتنے بھڑکیلے اور شوخ برقعے؟ الامان، والحفیظ! بہر حال ہم ان برقعوں کے حق میں نہیں ہیں اور نہ ہم ان کو شرعی حجاب تصور کر سکتے ہیں، کیونکہ انھوں نے سرمی برقعوں کی احادیث کو الٹا غارت کر ڈالا ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس کے حق میں نہیں ہیں کہ وہ یہ بھی اتار پھینکیں، مالا یدرک کلہ لا یدرک کلہ۔ بلکہ ان کو برقعوں کی شرعی حیثیت سمجھا کر ان کو ان کے موجودہ برقعوں کی بے برکتی سے آگاہ کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ ان حالات میں ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔

پردہ کی ایک شکل رواجی بھی ہے، اور جو لوگ پردہ کو ایک بجا شرعی ضرورت تصور کرتے ہیں ان میں بھی عموماً یہی رواجی پردہ رواج پا گیا ہے۔ شرعی پردہ ان کے ہاں بھی شاذ و نادر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرعی پردہ یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حجاب کیا جائے، جس کے نکاح میں وہ عورت آسکتی ہے، اسی طرح ایسے لوگوں سے خلوت میں بیٹھنے سے بھی پرہیز ہونا چاہیے کیونکہ یہ بات "روحِ پردہ" کے منافی ہے۔ مگر اب ہوتا یہ ہے کہ، برادری سے کوئی پردہ نہیں، دوسروں سے پردہ ہوتا ہے۔ کہیں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ واقف سے پردہ کیا جاتا ہے اور ناواقف سے نہیں ــــ بہر حال "شرعی پردہ" کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور غضِ بصر کی حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو ہم کم از کم غیر مسلم دنیا کے سامنے ایک مثالی نمونہ پیش کرسکتے ہیں اور اندرونی طور پر بھی ہم روحانی عافیتوں سے ہمکنار ہوسکیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

وتروں میں تشہد۔ وتر دراصل "قیام اللیل" (تہجد) کا حصہ ہے۔ بعد نماز عشاء پڑھنے کی گنجائش صرف اس لیے رکھی گئی ہے کہ ہمارے جیسے لوگ جو تنہائیوں میں رب کے حضور قیام اور مناجات کا ذوق نہیں رکھتے یا صرف فقہی اور نماز کے سلسلے کے صرف آئینی تقاضے سے عہدہ برآ ہوکر گھر کو بھاگنے سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ بھی گزارہ کرلیں۔

عن جابر قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من خاف ان لا يقوم من آخر الليل فليوتر اوله ومن طمع ان يقوم آخره فليوتر آخر الليل، فان صلوٰة آخر الليل مشهودة وقال ابو معاوية محضورة (مسلم ص۲۵۸)

دن کی نماز مغرب کی طرح طاق رکعتوں پر منتہی ہوتی ہے، اسی طرح کوشش کی گئی ہے کہ "بندہ مومن" کی رات کی نماز بھی وتر کی طاق رکعتوں پر ختم ہو! تاکہ توحید کا تصور سدا تازہ اور جوان رہے اور ذہن اس امر میں راسخ ہو جائے کہ جسے چاہنا، جس کے لیے یکسو رہنا اور جس ذاتِ واحد کی منشا کو زندگی کے ہر ہر جلے میں ملحوظ رکھنا ہے، وہ صرف "واحد، ایک، تنہا اور یکتا" ہے۔ اس تصور سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی مختلف جہتوں میں تقسیم ہونے سے بھی بچ جاتی ہے اور اپنے شیرازہ کو مجتمع رکھنے میں بھی کامیاب رہتی ہے۔ اور یہ وہ اسلوبِ حیات ہے جس سے "بندۂ حنیف" کی تخلیق اور تعمیر ہوتی ہے اور وہ "وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا" کے ساحل سے ہم کنار ہونے کی توفیق سے انسان کو ہمکنار بھی کرتا ہے۔ چونکہ اس کے لیے زیادہ ساز گار فضا مغرب یا دن کے بجائے رات کی تنہائیاں ہوتی ہیں، اس لیے اسے حتی الامکان "لمبا" رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لمبا بھی "سوسو کر یا بیٹھ بیٹھ کر" نہیں بلکہ "قیام کر کرکے اور کھڑے ہو ہو کر" کیونکہ یہ وقت "دم لینے" کا نہیں "تازہ دم ہو کر الرٹ (ELERT) رہنے" کا ہے۔

یہ اسی لمبے قیام کا نتیجہ تھا کہ حضورؐ کے پاؤں سوج جاتے اور پھٹ جاتے تھے۔

© rasailojaraid.com